ربطِ آیات وسور اور اس کی اہمیت: مسلم اہلِ علم کی آرا کا مطالعہ

Coherence in *Qur̈ānic* Verses and *Sūrās* and its Importance: A Study of the Views of Islamic Scholars

Muhammad Khurram

Doctoral Candidate Islamic Studies, Mohi-ud- Din Islamic University Nerian sharif, AJ&K

Dr. Mohammad Baqir Khan Khakwani

Chairman, Department of Islamic Studies, Mohi-ud- Din Islamic University Nerian Sharif, AJ&K

Abstract

This paper studies the importance of coherence in the verses and *Sūrās* of the Quran in the light of different scholars' views. It maintains that the Holy Quran is divided into verses and *Sūrās* according to its order, which have been revealed in small parts over a period of twenty-three years. In addition to the different order of revelation, these parts have been compiled in a special order under the guidance of the Prophet Muhammad. The inevitable result is that this sequence is not a coincidence but a coherent and proportional one. Scholars interpret this interrelationship with the word *Rabt*. Literal and terminological meanings of *Rabt* is connection and its importance in the field of Qur̈ānic interpretation have been discussed in this paper.

Key Words: Quran, Verses, Coherence, Islamic Scholars

تمہید

خلفاء اربعہ کے دور کے بعد بنو امیہ کے دور میں زیادہ تر فتوحات کا سلسلہ رہا، اس وجہ سے علمی مباحث کی طرف بہت کم التفات کی نوبت آئی۔ اس لیے ان کے دور میں قرآن کریم کی تفسیر کے لیے زیادہ تر نقل پر ہی اعتماد کیا گیا۔ البتہ بنو عباس کے دور میں اسلامی سلطنت کا دائرہ کافی وسیع ہو چکا تھا، عرب وعجم اپنے اپنے علوم و تجربات سے ایک دوسرے سے

مستفید ہونے لگ گئے۔ دوسری صدی ہجری کے وسط میں سینکڑوں نہیں بل کہ ہزاروں کتابوں کے جو مختلف زبانوں میں لکھی گئی تھیں، عربی میں تراجم کروائے گئے، تصانیف پر باقاعدہ اعزاز وانعامات سے نوازا گیا، علوم اسلامیہ کی ترویج کے ساتھ ساتھ جہاں دیگر علوم وفنون میں تنوع پیدا ہوا وہیں فہم قرآن میں ارتباط الآیات والسور کی طرف بھی بعض اہل علم کا رجحان پیدا ہوا، بنیادی طور پر اس کی ضرورت پیش آنے کی وجہ یہ تھی کہ اسلامی سلطنت میں غیر عربی اقوام کی شمولیت اور قرونِ اولی سے دوری کے باعث آیات قرآنیہ کے احکام، مسائل، اسباب نزول وغیرہ اہل علم سے مخفی ہوگئے، قرآنی لطائف واشارات کا سمجھنا دشوار ہوگیا تو کلامِ الٰہی کی مراد کو سمجھنے اور جانچنے کے لیے آیات کی باہمی مناسبت کی طرف رجحان پیدا ہوا، چناچہ تیسری صدی ہجری سے لے کر موجودہ زمانے تک مختلف اہل علم وفن نے مختلف جہتوں سے اس پر کام کیا اور قرآنی جواہرات کو روز روشن کی طرح عیاں کیا۔

قرآن کریم جو اللہ تعالی کا کلام اور ایک معجزانہ کتاب ہے، اس کی ہر سورت، ہر آیت حتی ہر لفظ اپنے اندر علوم کے گنجینے سموئے ہوئے ہے۔ یہ ایک آسان،[1] سہل اور مرتب کتاب ہے جس کی آیات اور سور کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ آیات و سور کا یہ تعلق، دراصل فہم قرآن کی کلید ہے۔ اس ربط و تعلق کو بیان کرنے کے لیے اہل علم نے مختلف اصطلاحات یا نام استعمال کیے ہیں۔ کچھ حضرات اس کو نظم قرآن کریم کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، جب کہ کچھ اس کے لیے تناسب آیات و سور کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ کچھ اہل علم نے اس کی تعبیر کے لیے ربط کا لفظ اختیار کیا ہے۔ اس موضوع کی وضاحت کے لیے جو اصطلاحیں اہل علم نے اختیار کی ہیں ان میں اختلاف اپنی جگہ لیکن ان سب کے نزدیک روابط کی اہمیت مسلم ہے۔ قرآن کریم جو حکیم وخبیر ذات کا کلام ہے وہ ایسا قطعاً نہیں جس میں ربط و نظم نہ پایا جاتا ہو۔ جب کہ اس کے برعکس کا دعوی کرنا قرین قیاس نہیں ہے۔ ربط، آیات و سور کی ہم آہنگی اور وحدت کی غمازی کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ تو قرآنی اعجاز کا ترجمان ہے۔ اسلئے کہ اس سے قرآنِ حکیم کے لطائف واسرار معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ کسی ماہر فن کا قرآنی سورتوں اور آیات میں ربط ومناسبت بیان کرنا خود ساختہ رائے کے قیام کے مترادف نہیں۔

نظم قرآن کے فوائد کو سامنے رکھتے ہوئے مفسرین کی بڑی تعداد آیات و سور میں ربط ومناسبت کی قائل رہی ہے اور اپنی تفاسیر میں اس کا اہتمام بھی کیا ہے۔ ان میں علامہ نیشاپوری (322ھ) علامہ زمخشری (538ھ) علامہ رازی (606ھ) علامہ زرکشی (794ھ) علامہ بقاعی (885ھ) علامہ سیوطی (م911) علامہ فراہی (1930ء) اشرف علی تھانوی (1943ء)، مولانا اصلاحی (1997ء) مولانا حسین علی (1363ھ) کے نام قابل ذکر ہیں۔

عالم اسلام میں اسلامی علوم پر جہاں دیگر زبانوں اور مختلف مقامات پر کام ہوئے، وہیں پاک و ہند کی سرزمین کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں بھی عربی و اردو اور مختلف علاقائی زبانوں میں تفسیر، حدیث، کلام، فقہ، اصول فقہ، حکمت وفلسفہ، منطق اور دیگر تمام علوم پر خاطر خواہ کام ہوتا رہا ہے۔ برصغیر کی علمی تاریخ میں سابقہ ادوار میں خاطر خواہ کام کا

ذکر نہیں ملتا۔ البتہ بارہویں صدی ہجری میں شاہ ولی اللہؒ کے دور سے عربی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی خاص طور پر تفسیر کے مختلف گوشوں پر دوسری زبانوں میں بھی کام ہوا۔ برصغیر میں آیات وسور میں ربط ومناسبت پر اردو زبان میں کافی حد تک کام ہوا اور مسلسل ترقی ہو رہی ہے۔ البتہ اس موضوع پر کام کرنے والے دو مکتبہ فکر کو پذیرائی ملی۔

- فراہی مکتب فکر
- حسین علی مکتب فکر

فراہی مکتب فکر کی ترویج ان کے شاگرد **علامہ امین احسن اصلاحیؒ** کے ذریعے تفسیر تدبر قرآن کی صورت میں ہوئی، جبکہ حسینی مکتبہ فکر کی نمائندگی ان کے مایہ ناز شاگرد **مولانا غلام اللہ خانؒ** نے ان کے فرمودات پر مشتمل ایک تفسیر جواہر القران کے نام سے مرتب کی۔

مقالہ ہذا میں اسی تعلق کی تعبیر کے لیے استعمال کیے جانے والے مختلف الفاظ اور پھر اہل علم کی آراء کی روشنی میں اس کی اہمیت بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ربطِ کلام ایسا نفیس علم ہے جو پوری سورت کے تمام جملوں اور سارے مضامین اور بیان کردہ تمام احکامات اور ان کے مقاصد کو بیان کرتا ہے۔ سورتوں کا مطلوب اور مقصود بھی اسی علم سے واضح ہوتا ہے اور یہی علم ہے جو مقتضائے حال کے مطابق معانی کی مطابقت کے ثبوت تک لے جاتا ہے۔ مثلا مولانا غلام اللہ خان صاحب سورۃ الاعلی کے مضامین کے ربط کو بیان کرتے ہوئے اس پوری سورت کو دعوی توحید اور اس کے ثمرات کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ آپ کے مطابق اس میں توحید کے دو حصے (کارساز اور عالم الغیب اللہ ہے) اور اس کے ثمرات بیان ہوئے ہیں۔ اس لیے حکم ہے کہ اسی کی تسبیح بیان کی جائے اور اسے شریکوں سے پاک سمجھا جائے۔ سورۃ کا پہلا حصہ جو آیت نمبر پانچ تک ہے اس میں توحید کا پہلا حصہ (اللہ کا کارساز ہونا) اور چھٹی آیت میں اس کے انعام کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ توحید بیان کریں گے تو نتیجہ میں قرآن عطا کیا جائے گا۔ اس کے بعد والی آیت میں علم غیب کی صفت بیان ہوئی اور بعد کی آیات میں اس کے ثمرات بیان کیے گئے ہیں۔ آخرِ سورت میں ان مضامین سے منسلک اخروی تخویف اور اخروی بشارت کا بیان ہے۔[2] علامہ ابو بکر بقاعی اس کی اہمیت کے بارے میں رقمطراز ہیں: "وہو سر البلاغۃ لأدائہ إلیٰ تحقیق مطابقۃ المعانی، لما اقتضاء من الحال، وتتوقف الإجادۃ فیہ علی معرفۃ مقصود السورۃ المطلوب ذلک فیہا، یفید ذلک معرفۃ المقصود من جمیع جملہا، فلذلک کان ہذا العلم فی غایۃ النفاسۃ وکانت نسبتہ من علم التفسیر نسبۃ علم البیان من النحو"۔[3]

علم ربط بلاغت کا ایسا راز ہے جو مقتضاء حال کے مطابق معانی کی مطابقت کے ثبوت تک لے جاتا ہے، اور سورتوں کے مقصود ومطلوب کی پہچان کرواتا ہے، ان سورتوں کے تمام جملوں کے مقصد کی معرفت کا فائدہ دیتا ہے، اسی وجہ سے یہ علم، نفاست کی انتہاء پر ہے، اس علم (ربط کلام) کی نسبت علمِ تفسیر سے اسی طرح ہے جس طرح علم النحو کی علم بیان سے ہے۔

ربط کا لغوی مفہوم

ربط عربی زبان کا لفظ ہے ۔ اس کے حروفِ اصلیہ (ر، ب، ط) ہیں ۔اس کے لغوی معانی میں " باندھنا، دو چیزوں کے درمیان تعلق پیدا کرنا، ملانا، جوڑنا، مضبوط کرنا، مناسبت پیدا کرنا " کے آتے ہیں ۔ مقاییس اللغۃ میں علامہ ابن فارسؒ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**الراء والباء والطاء أصل واحد يدل على شد وثبات. من ذلك ربطت الشيء أربطه ربطا: والذي يشد به رباط**"۔[4] "**ربط**" کا مادہ اصلی (ر،ب،ط) ہے، جس کا معنی: باندھنا اور مضبوط ہونا کے آتے ہیں۔اسی سے "ربطت الشیء اِربطہ ربطا" اور جس سے باندھا جائے اسے "**رِبَاط**" کہتے ہیں"۔[5]

علامہ راغب اصفہانیؒ "ربط" کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**رَبْطُ الفرس: شدّه بالمكان للحفظ، ومنه:رِبَاطُ الخيل، وسمّي المكان الذي يخصّ بإقامة حفظة فيه رباطا**"۔[6] یعنی گھوڑے کو حفاظت کے لئے کسی جگہ پر باندھنا، اور "رباط الخیل" بھی اسی سے ہے اسی وجہ سے جو مکان اس کی حفاظت کے لئے خاص ہو اسے " رباط " کہتے ہیں۔

ہماری تحقیق کے مطابق ربط قرآن کی بحث میں اہل علم ربط کے علاوہ جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان کی تعداد انیس ہے۔ جن میں مناسبت، تناسب، ارتباط، وفق، نظم، نظام، علاقہ، تعلق، نسق، تناسق، ترتیب، تلائم، التحام، تلازم، تجاور، اتصال، الاعتناق، دلالۃ الاقتران وغیرہ شامل ہیں ۔ موجودہ دور میں عرب محققین "الوحدۃ لموضوعیۃ" (معنوی وحدت) کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔[7] البتہ نظم، ربط ، نسق اور مناسبت کی اصطلاح ماہرین فن کے ہاں زیادہ معروف و متداول ہے جبکہ فراہی مکتبِ فکر نظام کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور اپنی تفسیر "نظام القرآن" کے شروع میں ایک مقدمہ بھی ذکر کیا ہے جس میں دلائل عقلیہ ونقلیہ سے آیات قرآنیہ میں ربط واتصال کو ثابت کیا ہے۔

خوف طوالت کے پیش نظر ان سب کی لغوی تحقیق ذکر کرنے سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔البتہ یہ بات واضح ہے کہ ان تمام الفاظ کے مفہوم میں جوڑ، ملاپ، تعلق، بندھن کا عنصر غالب ہے۔

ربط قرآن کی اصطلاحی تعریف

علم التفسیر کی اصطلاح میں ربط و نسق کی تعریف ان الفاظ سے کی جاتی ہے : علم النسق والربط اصطلاحاوہ علم ہے جس میں قرآن مجید کی سُوَر وآیات کے باہمی تعلق ومناسبت سے بحث کی جائے اور ان کی ترتیب اور باہمی تعلق کی علل بیان کی جائیں، تاکہ قرآنِ مجید کا مطلوب فہم وادراک علی وجہ البصیرۃ حاصل ہوسکے۔ مثلا: علامہ ابن العربیؒ اپنی کتاب "سراج المریدین" میں فرماتے ہیں : "**ارتباط آى القرآن بعضها ببعض حتى تكون كالكلمة الواحدة متسقة المعانى منتظمة المبانى**"۔[8]

قرآن کی آیتوں کا ایک دوسرے کیساتھ یوں ربط دینا کہ وہ سب مل کر ایک باہم مناسبت رکھنے والے الفاظ اور مسلسل معانی کا کلمہ بن جائے۔ علامہ ابو العلاء فرماتے ہیں: **"علم يبحث فی المعانی الرابطة بين الآيات بعضها ببعض، وبين السور بعضها ببعض، حتى تعرف علل ترتيب أجزاء القرآن الكريم"**۔[9]
ایسا علم جس میں آیات کے باہمی ربط و تعلق اور سورتوں کے مابین ربط و تعلق کی بحث کی جائے یہاں تک کہ قرآن کریم کے اجزاء کی ترتیب کی وجوہات سمجھ آجائیں۔

متاخرین میں علامہ فراہی نظام کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"فمرادنا بالنظام أن تكون السورة كاملا واحدا، ثم تكون ذات مناسبة بالسورة السابقة واللاحقة، أو بالتي قبلها أو بعدها على بعد منها. فكما أن الآيات ربما تكون معترضة؛ فكذلك ربما تكون السورة معترضة، وعلى هذا الأصل نرى القرآن كله كلاما واحدا، ذا مناسبة وترتيب في أجزائه، من الأول إلى الآخر"**۔[10]
ہماری نظام سے مراد یہ ہے کہ سورت کی اس طرح سے تاویل کی جائے کہ ساری سورت ایک قالب میں ڈھل جائے اور وہ سور اپنی سابقہ اور لاحق سورتوں سے جو باعتبار نظم اس سے دور اور بعد میں واقع ہوں، مربوط ہو جائے جس طرح بعض آیات جملہ معترضہ کے طور پر آجاتی ہیں۔اسی طرح بعض سورتیں بھی بطور جملہ معترضہ کے آجاتی ہیں۔اس نکتہ کو نظر میں رکھ کر قرآن حکیم پر غور کرنے سے سارا قرآن اول سے آخر تک مربوط اور منظّم نظر آئے گا۔

خلاصہ یہ کہ ربط قرآن وہ علم ہے جس میں آیات اور ان کے اجزاء کے مابین ربط اور اسی طرح سورتوں کے باہمی تعلق اور ان کے اغراض و مقاصد اور معانی و مبانی تک پہنچنے کے لئے بحث کی جاتی ہے۔ اسی طرح آیتوں اور سورتوں کے درمیان وجوہِ ربط کو تلاش کرنا ہے، جن سے ایک جملہ دوسرے جملے سے اور ایک آیت دوسری آیت سے اور ایک سورت دوسری سورت سے اس طرح مربوط ہو کہ ظاہری نظر میں وہ موتیوں کی پروئی ہوئی لڑی دکھائی دے۔

ان تمام لغوی واصطلاحی معانی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر آیت اپنی سابقہ آیت کے ساتھ مربوط ہے، تمام آیات کا باہمی تعلق وجوڑ ہے، کلام ربانی اتصال وتسلسل سے خالی نہیں، اہل علم اس کی افادیت کے نہ صرف قائل تھے بلکہ تفاسیر میں بھی اس سے فائدہ اٹھایا۔ البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ دو یا دو سے زائد آیات پوری طرح ایک دوسرے کے متماثل نہیں ہوتیں، بسا اوقات بظاہر ان کے درمیان تضاد اور معنی میں بعد ہوگا لیکن اس کے باوجود ان میں کوئی نہ کوئی ربط، تعلق، اتصال اور قربت ہوگی۔ماہرین کبھی اس کی گہرائی کا ادراک کر سکیں گے، اور کبھی ان کی عقول اس تعلق کو سمجھنے سے قاصر ہوں گی۔

فہم قرآن میں ربط و مناسبت کی ضرورت واہمیت

قلم و زبان اپنے صاحب کی علمیت کے عکاس ہوتے ہیں۔ کسی کے لکھے یا بولے گئے الفاظ اس کی ذہنی پہنچ کو واضح کرتے ہیں۔ اس کا مضمون جس حد تک مقصدیت کی طرف جاتا ہوگا اور جس قدر منظّم اور مربوط ہوگا اور اپنے اہداف کی طرف

گامزن ہوگا،اس قدر قبولیت حاصل کرے گا۔ اس کے مضمون اور مقالہ میں جتنی زیادہ مناسبت ہو گی، اسی قدر عقلیں اس مضمون کی قدر و منزلت کی معترف ہوں گی۔ عقل سلیم بھی اس بات کی متقاضی ہے کہ پورا کلام نپا تلا اور باہم جڑا ہوا ہو۔ یہاں تک کہ جو چیز پہلے آنے والی ہو، وہ پہلے ہو اور جو بعد میں آنے والی ہے تو وہ بعد میں ہو۔علامہ برہان الدین زرکشیؒ اس علم کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**وقال بعض الأئمة من محاسن الكلام أن يرتبط بعضه ببعض لئلا يكون منقطعا**"۔[11] بعض ائمہ سے منقول ہے کہ کسی بھی کلام کی خوبیوں میں سے ہے وہ آپس میں اس طرح مربوط ہو کہ اس میں کسی قسم کا انقطاع نہ ہو۔

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی مربوط اور منظّم کلام کو اس مضبوط عمارت سے تعبیر کیا ہے جس کا ایک ایک جز آپس میں ملا ہوا ہو۔ وہ فرماتے ہیں: "**التأليف حاله حال البناء المحكم المتلائم الأجزاء**"۔ [12]
منظّم کلام کی مثال اس پختہ عمارت کی سی ہے جس کے اجزاء باہم متصل اور ملے ہوئے ہوں۔

قرآن کریم جو اللہ رب العزت کا کلام ہے، اس کی تاثیر اس کی زبان، بلاغت،اسلوب و مضامین اور اس کے الفاظ واصطلاحات میں مضمر ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام شاہانہ کلام ہے،اس کے رموز واسرار تا قیامت جاری وساری رہیں گے،دنیا اس بحر بے کنار سے یاقوت و مرجان کا چناؤ کرتی رہے گی اور ان کے اذعان ویقین میں مانفدت کلمات اللہ کی تصدیق بڑھتی چلی جائی گی،قرآن فہمی میں جس طرح باقی چیزوں کو دخل ہے اسی طرح ربط کلام بھی قرآن مجید کے سمجھنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اور عدم ربط ایک معیوب چیز ہے جو کسی عام کلام کے لیے بھی غیر مناسب ہے چہ جائیکہ اللہ جل جلالہ کی کلامِ لایزال کو اس بے ربط کلام سے معنون اور متصف کیا جائے۔ حتی قرآن کریم تو ایسا کلام ہے کہ اہلِ زبان نے اس سے استدلال کرتے ہوئے اپنے کلام کو درست سمت دی ہے۔

علامہ بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں: " **بأنه أمرمعقول اِذا عرض على العقول تلقته القبول**"۔[13]
وہ (علم ربطِ قرآن) ایسا امر معقول ہے جب اسے عقلوں پر پیش کیا جائے تو قبولیت کے لائق ہوتا ہے۔

اس موضوع پر انتہائی جامع اور خوبصورت بات علامہ حمید الدین فراہیؒ نے اپنی کتاب "دلائل النظام" میں درج کی ہے۔آپ فرماتے ہیں: "**أن القرآن الحكيم كلام منظم ومرتب من أوله إلى آخره على غاية حسن النظم والترتيب وليس فيه شيء من الاقتضاب لا في آياته ولا في سوره بل آياته مرتبة في كل سورة كالفصوص في الخواتم وسورة منظمة في سلك واحد كالدرر في القلائد حتى لو قدم ما أخر أو أخر ما قدم لبطل النظام، وفسدت بلاغة الكلام بل ربما يعود إلى قريب من الهذيان**"۔[14]

قرآن کریم اول تا آخر انتہائی درجے کا منظّم اور مرتب کلام ہے،اس کی سور اور آیات میں کسی قسم کا انقطاع نہیں، بلکہ اس کی آیات ہر سورت میں ایسی مرتب ہیں جیسا کہ انگوٹھیوں میں نگینے اور ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس کے مقدم کو موخر یا مؤخر کو مقدم کر دیا جائے تو سارا نظام ہی بگڑ جائے اور کلام کی بلاغت

ختم ہو کر رہ جائے بلکہ بسااوقات اس کے بارے میں ہذیان کا گمان ہونے لگے گا۔ ذیل میں چھ عناوین کے تحت اس اہمیت کو واضح کیا جائے گا۔

ا۔ فہم قرآن کی کلید

ایک آدمی جو عربیت سے واقفیت نہیں رکھتا وہ قرآن کریم کو اپنی زبان میں ہی پڑے گا اور قرآن ایک کتاب ہے وہ آیتوں کے مجموعہ کا نام نہیں اور نہ ہی کسی خاص اقوال کے مجموعے کا نام ہے اس کی ایک خاص ترتیب ہے، اس کے ابواب سورتوں میں ترتیب دیے گئے ہیں جب تک اس کو کتاب کے طور پر نہیں سمجھا جائے گا اس کے صحیح معنی اور مفہوم تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ ترجمہ و تفسیر کرنے والوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ قرآن کریم میں جو چیز کہی گئی ہے وہ ایک خاص ربط کے ساتھ کی گئی ہے پھر ان سورتوں کو خاص ترتیب سے رکھا گیا ہے ان تمام چیزوں کا لحاظ رکھنے سے ہی قرآن کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے اور اللہ کی صحیح منشاء تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ زمحشریؒ، مفسرین کو اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ وہ فہم قرآن میں اس پہلو پر خصوصی توجہ دیں۔ آپ فرماتے ہیں: "**ومن حق مفسر كتاب الله الباهر وكلامه المعجز، أن يتعاهد في مذاهبه بقاء النظم على حسنه والبلاغة على كمالها**"۔[15]

اللہ رب العزت کی روشن کتاب اور اس کے معجزانہ کلام کی تفسیر کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے اس کی ترتیب کے حسن کو باقی رکھنے کا ضرور اہتمام کرے۔

البتہ یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہ موضوع اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود انتہائی باریکیاں رکھتا ہے اور اور دقت نظر کا متقاضی ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں: "**علم المناسبة علم شريف قل إعتناء المفسرين به لدقته**"۔[16] علم مناسبت ایک عالی علم ہے اس کی باریکیوں کی وجہ سے مفسرین نے اس کی طرف توجہ کم کی ہے۔

۲۔ ترتیب مصحفی کے توقیفی ہونے کی دلیل

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے محض اتفاقی اور کسی کی وضع کردہ نہیں۔ اس کی آیات میں موجود خاص قسم کی مناسبت اور ربط واضح ہو جانے پر یہ امر بھی عیاں ہو جاتا ہے کہ اس کی ترتیب توقیفی ہے اور کیف ما اتّفَقَ سے عمل میں نہیں لائی گئی کہ جس آیات کو جیسے چاہا ویسے رکھ دیا۔ بلکہ اسکی ایک ایک آیت اور ایک ایک سورت اول سے آخر اسکی تمام منازل بھی مرتب اور منظّم ہیں۔

۳۔ اعجاز قرآن کا ایک پہلو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے زندہ و جاوید معجزہ قرآن حکیم ہے، جو آج بھی ساری دنیا کے انسانوں کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "**قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا**"۔[17]

کہہ دو: کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر اکٹھے بھی ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام بنا کر لے آئیں تب بھی وہ اس جیسا نہیں لا سکیں گے۔ چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کر لیں۔

اس کے معجزانہ پہلوؤں میں سے ایک اس کی آیات و سور میں موجود ربط بھی ہے۔ تئیس سال کے عرصے میں بے شمار موضوعات پر مشتمل آیات کا اپنی ترتیب نزولی سے ہٹ کر ایسی ترتیب سے جمع ہونا کہ اس کی آیات و سور میں کوئی بے ربطگی موجود نہ ہو، بذات خود اس کے اعجاز کی بین دلیل ہے۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں اعجاز قرآن کے اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"**فإن قلت: فهلا كانت الكتب السالفة كذلك؟ قلت لوجهين: أحدهما أنها لم تكن معجزات من ناحية النظم والترتيب والآخر أنها لم تيسر للحفظ**"۔[18] اگر کوئی یہ کہے کتب سابقہ قرآن مجید کی طرح مرتب کیوں نہیں تھیں؟ تو میرے نزدیک اس کی دو وجہیں ہیں: اول یہ کہ کتبِ سابقہ نظم و ترتیب کے اعتبار سے معجز نہیں تھیں جس طرح کے قرآن مجید ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ ان (کتب سابقہ) کو یاد کرنا آسان نہیں۔

اسی طرح امام رازی رحمہ اللہ نے بھی اس پہلو پر گفتگو کی ہے، آپ فرماتے ہیں: "**ومن تأمل في لطائف نظم هذه السورة وفي بدائع ترتيبها علم أن القرآن كما أنه معجز بحسب فصاحة ألفاظه وشرف معانيه، فهو أيضا معجز بحسب ترتيبه ونظم آياته** "۔[19] جس شخص نے اس (البقرۃ) کے نظم کے لطائف میں اور اس کی انوکھی ترتیب میں غور و فکر کیا تو وہ بخوبی جان گیا کہ جس طرح قرآن مجید اپنے فصاحتِ الفاظ اور شرافتِ معانی کے اعتبار سے معجز ہے، تو اسی طرح وہ اپنی ترتیب اور آیات کے ربط کے اعتبار سے بھی معجز ہے۔

شیخ ولی الدین بر ہانیؒ ربط قرآن کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" **ومن المعجز البين أسلوبه ونظمه الباهر** "۔[20] قرآن کریم کا نمایاں اعجاز اس کا منہج واسلوب اور بے مثال نظم و ربط ہے

۴۔ لطائف قرآنیہ تک رسائی کا زینہ

محققین کے ہاں ربط قرآنی ایک خاص اہمیت کی حامل ہے اور لطائف قرآنی کو اس کے بغیر سمجھنا مشکل اور محال ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں: "**أكثر لطائف القرآن مودعة في الترتيبات والروابط**"۔[21]

قرآن کریم کے اکثر لطائف کو اس کی ترتیبات اور روابط میں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

بطور مثال کے سورۃ الضحیٰ کی آیات کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس سورۃ میں تین امور پہلے تین امور پر بطور لف نشر مرتب بیان کیے گئے ہیں: امر اول "**فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ**" جو "**أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى**" پر مرتب ہے۔ آپ بھی اس حال سے گزرے ہیں کہ آپ پر بھی یتیمی کا دور گزرا ہے، اس لیے کسی یتیم پر نہ سختی کریں اور "**وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ**" جو "**وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى**" پر متفرع ہے۔ اللہ نے آپ کو دین و شریعت کے علوم و معارف سے مالامال کر

دیا ہے، اس لیے اگر اگر کوئی علم دین کا سائل حاضر خدمت ہو تو اس کو مت جھڑکیں، بلکہ اس کو علم دین سے سیر اب کر دیں۔ "وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" جو "وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ" پر متفرع ہے۔ اللہ نے آپ کو دولت عطا کی ہے اس لیے اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کریں اور اس کا اقرار اور اعتراف کریں، کیونکہ جب تنگی کے بعد فراخی آئے تو اس کا خوب اقرار ہوتا ہے۔

۵۔ مناسبت اور مسلسل معانی کا ذریعہ

ربط کلام وہ علم ہے جو آیات قرآنیہ کو اس طرح سے مربوط کرتا ہے کہ وہ مجموعہ آیات پوری سورت یا سورت کا کوئی ایک مخصوص حصہ باہم مناسبت رکھنے والے الفاظ اور پے درپے آنے والے معانی کا ایک کلمہ نظر آتے ہیں۔ جیسے علامہ ابن العربی سراج المریدین میں فرماتے ہیں: "**ارتباط آي القرآن بعضها ببعض حتى تكون كالكلمة الواحدة، متسقة المعاني، منتظمة المباني علم عظيم، لم يتعرض له إلا عالم واحد عمل فيه سورة البقرة، ثم فتح الله عز وجل لنا فيه، فلما لم نجد له حَمَلة، ورأينا الخلف بأوصاف البطلة ختمنا عليه، وجعلناه بيننا وبين الله ورددناه إليه**"۔[22]

قرآن کی بعض آیات بعض کے ساتھ ایک کلمہ کی طرح مرتبط ہیں، معانی اور مبانی کا آپس میں اتصال ہے، یہ ایک عظیم علم ہے، ایک عالم کے علاوہ کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، جس نے البقرہ میں کام کیا۔ پھر اللہ عزوجل نے ہمارے لیے راہیں کھولیں، مگر جب ہم نے اس بار کو اٹھانے والا نہ پایا اور بعد میں آنے والوں کو سست اور کاہل دیکھا تو ہم نے اس پر مہر لگادی، اور اسے ہم نے اپنے اور اللہ کے درمیان محدود رکھ کر اس کو اللہ تعالی کی مرضی پر چھوڑ دیا۔

اسی طرح علامہ احمد حسن فرحات رقمطراز ہیں: "**علم النظام لا يظهر التناسب وحده بل يجعل السورة كلاماً واحداً**"۔[23]

نظم کا علم صرف تناسب کا اظہار نہیں کرتا، بلکہ سورت کو ایک کلام بنا دیتا ہے۔

علامہ زمخشری اس کے عالی شان نظم و ترتیب اور تفسیری استحکام اور اختصار کو قالب میں ڈھالنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ کہ اس کے سامنے کئی توانا اور فصحاء گنگ بیٹھے نظر آتے ہیں وہ فرماتے ہیں: "**فانظر إلى بلاغة هذا الكلام، وحسن نظمه وترتيبه، ومكانة إضماده، ورصانة تفسيره وأخذ بعضه بحجزة بعض، كأنما أفرغ إفراغا واحدا ولأمر مّا أعجز القوى وأخرس الشقاشق**"۔[24]

جب آپ اس کلام کی بلاغت اور اس کے نظم و ترتیب کے حسن اور اس کے عالیشان جوڑ اور اس کی تفسیر کے استحکام اور باہمی اختصار کو دیکھیں گے تو ایسا لگے گا کہ اس کو ایک ہی قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ اس (کلام) کے سامنے کئی توانا عاجز آ گئے اور کتنے ہی فصحاء گنگ ہو گئے۔

٦۔اجزائے قرآن کی علتوں کا فہم

ربطِ کلام ہی وہ علم ہے جس کی وساطت سے قرآنی اجزاء کی علتیں بھی معلوم ہوتی ہیں، بعض اہل علم نے تو پوری پوری سورتوں کو قرآنی اجزاء کی علتوں کے ضمن میں پرو کر منظّم انداز میں پیش کیا ہے، جس سے سورتیں بلکہ پورا قرآن منظّم اور مربوط نظر آتا ہے۔ اس کی مثال اردو زبان میں لکھی گئی دو تفسیریں" جواہر القرآن اور تدبر قرآن" ہیں۔ جواہر القرآن میں ایک بھی ایسی آیت باقی نہیں رہتی جو کہ مستقل نظمِ قرآن کے دائرہ سے باہر ہو۔علامہ ابو العلاء فرماتے ہیں:

"علم يبحث فى المعانى الرابطة بين الآيات بعضها ببعض، وبين السور بعضها ببعض،حتى تعرف علل ترتيب أجزاء القرآن الكريم"[25]۔

اصطلاحا اس علم سے مراد یہ ہے کہ ایسا علم جس میں آیات کے باہمی ربط و تعلق اور سورتوں کے مابین ربط و تعلق کی بحث کی جائے یہاں تک کہ قرآن کریم کے اجزاء کی ترتیب کی وجوہات سمجھ آجائیں۔

علامہ محمد عبد العظیم الزرقانی لکھتے ہیں: **"أن القرآن الكريم تقرؤه من أوله إلى آخره فإذا هو محكم السرد دقيق السبك متين الأسلوب قوي الاتصال آخذ بعضه برقاب بعض في سورة وآياته وجمله يجري دم الإعجاز فيه كله من ألفه إلى يائه كأنه سبيكة واحدة ولا يكاد يوجد بين أجزائه تفكك ولا تخاذل كأنه حلقة مفرغة أو كأنه سمط وحيد وعقد فريد يأخذ بالأبصار نظمت حروفه وكلماته ونسقت جمله وآياته وجاء آخره مساوقا لأوله وبدا أوله مواتيا لآخره"۔[26]**

علامہ زرقانی فرماتے ہیں: آپ قرآن کریم کو جب اول سے آخر تک پڑھتے ہیں تو وہ مضبوط، مرتب، انتہائی مہذب پختہ اسلوب باہم متصل نظر آتا ہے۔ سورتوں میں باہمی جوڑ ہے، اس قرآن مقدس کی تمام آیات اور جملوں میں الف سے یاء تک معجزانہ رنگ پایا جاتا ہے گویا کہ وہ ایک پرویا ہوا ہار ہے اور اس کے اجزاء کے درمیان کسی قسم کا انقطاع اور انفصال نہیں پایا جاتا۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ غیر منقطع ایک دائرہ ہے یا جیسے وہ ایک ہی لڑی اور ایسی پرکشش گرہ ہے جس کے حروف، کلمات، جملے اور آیات کو منظّم انداز میں رکھا گیا ہے۔اس کا آخر اول سے اور اول آخر سے مربوط ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

علم ربط قرآن سے اعجاز قرآن کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں او حکمت کے چھپے موتیوں سے پردہ اٹھتا ہے۔ لیکن یہ نظریہ رکھنا کہ اس علم کے بغیر قرآنی علوم اور اس کی روح تک رسائی ناممکن ہے، درست نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آیات وسور کے قطعی ربط و مناسبت تک ہر بندے کی رسائی ناممکن ہے۔ بلکہ اس کے لیے علوم عربیہ میں کامل مہارت، مسلسل غور وفکر ضروری ہے۔اگر اس کے بغیر قرآنی حکمتوں تک رسائی کو محال اور ناممکن سمجھا جائے تو یہ "ہدی للناس" کے منافی ہوگا۔ کیونکہ قرآن تو عام لوگوں کے لیے سبب ہدایت ہے۔

کچھ لوگوں نے اس کو کلیدی حیثیت قرار دے کر قرآن کریم کی تفسیر میں صریح احادیث کو نظرانداز کیا، اور کئی متفقہ اور اجماعی مسائل زمانہ نبوی سے مختص کرکے اور انہیں دوسرا رخ دے کر قرآن کے آفاقی مضامین و تعلیمات کو مخصوص علاقے اور زمانے میں منحصر کر دیا ہے۔ اور عقائد و اعمال کی ایسی تشریح بیان کی ہے جو اساطین امت کے نظریات سے متصادم ہے۔ اس کی ایک مثال موجودہ دور کے فراہی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے غامدی صاحب کی ہے۔ نظریہ نظم قرآن میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے قرآن کریم کی آیت

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ان آیتوں میں { أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ } کے الفاظ اور ان کے سیاق و سباق سے واضح ہے کہ یہ کوئی پردے کا حکم نہ تھا، بلکہ مسلمان عورتوں کے لیے الگ شناخت قائم کر دینے کی ایک وقتی تدبیر تھی جو اوباشوں اور تہمت تراشنے والوں کے شر سے مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اختیار کی گئی۔''[27]

حالانکہ غامدی صاحب کے استاد امین احسن اصلاحی اسی آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ "اس ٹکڑے سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ایک وقتی تدبیر تھی جو اشرار کے شر سے مسلمان خواتین کو محفوظ رکھنے کے لیے اختیار کی گئی اور اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اول تو احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں سب محرکات کے تحت نازل ہوئے ہیں، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کالعدم ہو جائیں گے۔''[28]

غامدی صاحب سیاق و سباق کو مد نظر رکھتے ہوئے آیت کے حکم کو سبب نزول کے ساتھ مختص کرتے ہیں حالانکہ تمام اصولیین نے قرآن کرین کی تفسیر کے لیے یہ اصول بیان کیا ہے: **"العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب"** یعنی قرآن کریم کی تفسیر میں الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوگا نہ مخصوص سبب کا۔ ورنہ تو بہت احکامات زمانہ نبوی کے ساتھ مختص ہو کر کالعدم ہو جائیں گے۔

خلاصہ کلام

ربط کا لغوی معنی " باندھنا، دو چیزوں کے درمیان تعلق پیدا کرنا، ملانا، جوڑنا، مضبوط کرنا" کے آتے ہیں اور اس کے لئے نسق، نظم، نظام، تناسب، مناسبت، تناسب، توافق، وفق، ارتباط، تعلق، علاقہ اور وحدتِ موضوعیہ جیسی اصطلاحات استعمال بھی ہوتی ہیں۔ علم التفسیر کی اصطلاح میں یہ ایسا علم ہے جو قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کے مابین باہمی ربط و تعلق کی نوعیت اور حکمت کو واضح کرتا ہے۔ قرآن کریم کی تاثیر اس کی زبان، بلاغت، اسلوب و مضامین، الفاظ و اصطلاحات اور اس کی ترتیب میں مضمر ہے۔ ربط کلام قرآن کریم کے فہم میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ ربط قرآن کریم

کے اکثر لطائف کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ یہ کلام الٰہی کے معجز ہونے کا عظیم مظہر ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ربط فہم قرآن کی کلید ہے اور یہ منشائے الٰہی کو سمجھنے میں ممد و معاون ہے۔ اور سب سے اہم یہ ہے کہ ربط و نظم پورے قرآن کو باہم مربوط شکل میں پیش کرتے ہوئے یک جان بنا دیتا ہے۔

References

[1]Al Qamar 54:22.
[2] Gulāmullah Khan, *Jawāhir-ul-Quran*(Rawalpindi: Maktabah Rashīdia press, n.d), 3:1364
[3] Burhanuddin Abū Al-hassan Ibrāhīm, *Nazm al-durar fī tanāsub al-Ayāt wa al-sowar* (Cairo: Dār al-Kitāb al-Islāmī),1:5.
[4] Ibn Fāris al-Qazvīnī, *Mqayīth al-lughah* (Beirūt:Dār al-Fikr, n.d), 2:478.
[5] Rāghib al-Isfahānī, *Al-Mufradāt fī Gharīb al-Quran* (Beirūt:Dār al-Fikr, n.d), 1:338.
[6] al-Isfahānī, *Al-Mufradāt fī Gharīb al-Qura* ,1:338.
[7]Abu Ālā ʿAdil Ibn Muhammad, *Masābīh al-Durar fī tanāsub al-Ayāt wa al-sowar* (Madina: n.d),1:18.
[8] Jalāl al-Dīn Abd al-Reḥmān Ibn Abī Bakr al-Suyūtī, *Al-Itqān fī ʿUlūm al- Quran* (Egypt: n.d),3:369.
[9]ʿAdil Ibn Muhammad, *Masābīh al-Durar fī tanāsub al-Ayāt wa al-sowar*,1:18.
[10] Hmīd-ul-Din Farāhī, *Dalāyil al-Nizām* (Al-Matbaat al-Hamīdiah, n. d),1:74.
[11] Farāhī, *Dalāyil al-Nizām*, 1:74.
[12] Al-Suyūtī, *Al-Itqān fī ʿUlūm al- Quran*, 3:371.
[13]Abū Abdullāh Badr al-Dīn al-Zarkashī, *Al-Burhān fī ʿUlūm al-Quran*(Beirūt: Dār al-Maʿrifah, n.d), 1:35.
[14] ʿAdil Ibn Muhammad, *Masābīh al-Durar fī tanāsub al-Ayāt wa al-sowar*,10:40.
[15] Al-Zamakhsharī, Al-Kashāf,1:68.
[16] Al-Zamakhsharī, Al-Kashāf,1:68.
[17] Al-Isra,17:88.
[18]Al- Zarkashī, Al-Burhān ,1:265.
[19] Imam Fakhr Dīn al-Rāzī, *Mafātīh al-Ghaib* (Beirūt: Dār Ihyā al-turāth al- Arabī, n.d), 7:106.
[20]Al-Suyūtī, *Al-Itqān fī ʿUlūm al- Quran*, 3:370 .
[21]al-Rāzī, *Mafātīh al-Ghaib*,10:110
[22]Jalāl al-Dīn Abd al-Reḥmān Ibn Abī Bakr al-Suyūtī, Asrār al-Tartīb al-Quran (Dār al-Fazīlah),1:4.
[23] ʿAdil Ibn Muhammad, *Masābīh al-Durar fī tanāsub al-Ayāt wa al-sowar*,10:44.
[24] Al-Zamakhsharī, Al-Kashāf,3:387.
[25]ʿAdil Ibn Muhammad, *Masābīh al-Durar fī tanāsub al-Ayāt wa alsowar*,1:18.
[26] Muhammad Abd al-Azeem al-Zurqānī, *Manāhil al-Irfān* (Egypt: Matbah ʿIsā al-Bābī al- Ḥalabī, n.d),1:60.
[27] Jāved Ahmad Ghāmdī, *Mezān* (Lahore: Al-Mawrid n.d), 1:472.
[28] Ameen Ahsan Islāhī, *Tadabbur-i-Quran* (Lahore: FārānFoundation, n.d),6:270.